چند تصویریں

سیرت ﷺ کے البم سے

خُرّم مُرادؒ

منشورات

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : چند تصویریں: سیرت ﷺ کے البم سے

مصنف : خرم مراد

ایڈیشن اول : دسمبر ۱۹۹۷ء تا ستمبر ۲۰۱۲ء

ایڈیشن دوم : اکتوبر ۲۰۱۲ء

طبع اول : اکتوبر ۲۰۱۲ء

تعداد : ۴۰۰۰

کوڈ : 00042

ناشر منشورات

E-8، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ 54790

042-35252210 - 35252211

042-35252194

SMS ur Address:
0332-003 4909, 0320-543 4909

manshurat@gmail.com / @hotmail.com

www.facebook/manshurat

www.pinterest.com/manshurat

مطبع : دی میسج پریس، بندروڈ، لاہور۔

قیمت : ۲۰ روپے

ترتیب

عرض ناشر	احمد رضا	۵
پیش لفظ	خرم مرادؒ	۷

چند تصویریں

ہر چیز نرالی	۱۰
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر	۱۲
تصویر دعوت	۱۵

ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

پہلی تصویر: چشمِ گریاں	۱۹
دوسری تصویر: جان پُرسوز	۲۲
تیسری تصویر: ادا کر چکی فرض اپنا رسالت	۲۵

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

چوتھی تصویر: زخم کھا کر پھول برسائے	۲۹

اس کی اُمیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل ۳۷
پانچویں تصویر: زندگی بشرطِ بندگی ۳۷
چھٹی تصویر: نشانِ منزل ۳۹
ساتویں تصویر: آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر ۴۲

محبت فاتحِ عالم
آٹھویں تصویر: رؤف ورحیم ۴۴
نویں تصویر: خطا کار سے درگزر کرنے والا ۴۵
دسویں تصویر: شفیق معلم ۴۶
گیارہویں تصویر: کہاں دل نواز تجھ سا، کہاں چارہ ساز تجھ سا ۴۷

لائف اسٹائل
بارہویں تصویر: مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے ۴۹
دل میں سجائیں، رنگ میں رنگ جائیں ۵۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند تصویریں سیرت ﷺ کے البم سے محترم خرم مراد رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت پسند کی جانے والی مقبولِ عام تحریر ہے۔ انھوں نے روایتی بیان سیرت سے ہٹ کر ایک منفرد انداز اختیار کیا اور دل نشیں پیرایے میں ﷺ کی سنتوں میں سب سے بڑی سنت' اللہ کے بندوں تک اس کی بندگی کا پیغام پہنچانے کی سنت کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے حیاتِ طیبہ کے چند مناظر کا انتخاب کر کے ان تصویروں سے سیرت کا جو مرقع تیار کیا وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

محترم خرم مراد کا ایک خواب تھا کہ دعوتی لٹریچر دیدہ زیب اور دل کش ہو، معیار میں بہترین سے کم نہ ہو، بلکہ بہترین ہو، نگاہیں دیکھتے ہی متوجہ ہوں، اور اسی کی ہو کر رہ جائیں۔ ان کی اشاعت بھی بڑے پیمانے پر ہو، ہر پڑھنے والے کے ہاتھ میں جائے۔ منشورات ان کے اس خواب کی تعبیر کا نام ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ ہم دوسری کتب کے ساتھ ساتھ، خود خرم مراد رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتب بھی اسی انداز میں پیش کریں۔

احمد رضا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جنوری ۱۹۸۲ء میں پہلی جراحت قلب کے سنگین مرحلہ سے گزرنے کے بعد مجھے اگست میں گلاسکو میں یو کے اسلامک مشن کی سالانہ کانفرنس میں اختتامی خطاب کی دعوت ملی۔ خطاب کا موضوع دعوت ہو، اس پر تو دل ٹھکا ہوا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کس انداز میں ہو؟ رات کی تنہائی میں اپنے اس البم کا خیال آیا جس میں عرصہ سے میں اپنے مطالعہ اور تجربات کے کیمرہ سے کھینچی ہوئی دل پسند تصاویر ٹانکتا رہا ہوں۔ ان تصاویر میں سب سے زیادہ تصاویر اسوۂ حسنہ کی ہیں، جو سرتاپا اسوۂ دعوت ہی ہے۔ اگلے دن آدھ گھنٹہ کی ایک مختصر سی تقریر ہوگئی۔ یہ کانفرنس کی اختتامی تقریر تھی۔ ایک محترم عالم دین، مفتی مقبول احمد صاحب نے، جن کا تعلق تحریکِ اسلامی سے نہیں ہے، اس تقریر کے بارے میں اپنے تاثر کا اظہار یوں کیا:

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ (المطففين:٢٦)

مشک کی مہر لگی ہوئی۔ یہ ہے وہ چیز جس کے لیے بازی لے جانے والے بازی لے جائیں۔

اس کے بعد جب اکتوبر ۱۹۸۳ء میں اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے سالانہ اجتماع منعقدہ لاہور میں تقریر کی نوبت آئی، تو میں نے اسوۂ حسنہ کے عنوان سے اپنے البم کو ذرا اور کھول دیا۔ یہ تقریر ٹیپ سے نقل ہو کر ہم قدم لاہور میں چھپی۔ اس کے بعد حلقہ خواتین

جماعت اسلامی پاکستان نے اس کو چھاپ کر بڑے پیمانے پر پھیلایا۔

تقریر کی زبان، ترتیب اور بیان سے دل مطمئن نہ تھا، اور یہ خیال تھا کہ موقع ملے گا تو اس پر نظر ثانی کروں گا۔ مارچ ۱۹۸۶ء میں کراچی کا سفر ہوا تو میرے عزیز بھائی شاہد ہاشمی نے اس پر نظر ثانی کا تقاضا کیا تا کہ اسلامی جمعیت طلبہ اس کو چھاپ سکے۔ کراچی سے واپس آ کر نظر ثانی کرنے بیٹھا تو حسب معمول ایک نئی چیز تیار ہوگئی۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْد ۔ امید تو ہے کہ زیادہ مفید ہوگی اور اس سے زیادہ یہ کہ بارگاہ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گی اور آخرت میں نجات کے لیے مدد و معاون ہوگی۔

آج اس ملت مسلمہ کی زندگی کا احیا اور تحریکِ اسلامی کے لیے فتح، میری رائے میں، اسی دعوت کو اسی انداز میں لے کر کھڑے ہو جانے پر منحصر ہے جس کی جھلک ہمیں اسوۂ حسنہ کی ان چند تصاویر میں ملتی ہے۔ دعوت کے لیے لگن، جواب دہی کا احساس، مخلوقِ خدا سے محبت، سادہ زندگی، بندگی رب اور قسط و انصاف کا پیغام --- ان چیزوں میں ہی وہ سب کچھ پوشیدہ ہے جس کی ہم کو تمنا ہے۔ اگر یہ مختصر سا کتابچہ نوجوانوں میں، عورتوں میں، بچوں میں، بوڑھوں میں ان چیزوں کی طلب اور شوق پیدا کر دے، ان کے دلوں میں یہ روشنی کر دے تو میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھوں گا۔

۴ر رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ	خرم مراد
۳۱ر مئی ۱۹۸۶ء	لیسٹر (انگلستان)

چند تصویریں

میرے پاس ایک بڑا پیارا سا البم ہے!

بات یہ ہے کہ میری نظر کسی بہت خوب صورت تصویر پر پڑتی ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ یہ ہمیشہ میرے پاس رہے۔ اپنے پاس رکھنے کی خاطر میں اسے اپنے البم میں لگا لیتا ہوں۔ ایسی خوب صورت تصویریں، حسینوں کی تصویریں، بہت دنوں سے جمع کر رہا ہوں، اور اب تک میرے اس البم میں میری پسند کے حسن و جمال کے بے شمار مرقعے آویزاں ہو چکے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ آج یہ البم کھول کر چند تصویریں آپ کو بھی دکھاؤں اور آپ کے لیے بھی لذت نگاہ کا سامان کروں۔ شاید کہ یہ دل ربا صورتیں آپ کی نگاہوں میں سما جائیں، آپ کا دل ان کے حسن و جمال کا اسیر ہو جائے، ان میں اٹک کر رہ جائے، آپ کی نظر ان پر جم جائے، اور آپ ان کو میرے البم سے حاصل کر کے اپنے دل میں سجا لیں۔ پھر یہ آپ کے بھی دل میں اتر کر بسیرا کر لیں، نقش ہو جائیں۔ آپ جب جھانک کر دیکھیں، اور خود اپنے سے بھی قریب ہوں، تو ان کو قریب پائیں، اور جب چاہیں ان سے لذت نظارہ اور عشرت قلب کا سامان کریں۔ کیا عجب کہ ان کو دیکھتے دیکھتے، ان سے محبت کرتے کرتے آپ خود بھی ان حسین پیکروں کے سانچہ میں ڈھلنا شروع ہو جائیں جن کی عکاسی یہ تصویریں کرتی ہیں۔

اگر یہ تصویریں آپ کو پسند آ جائیں تو شوق سے آپ کی نذر ہیں۔ آپ ان کو سینے سے لگائیں، دل میں بٹھائیں، اپنے البم میں سجائیں۔ آپ کو دے دینے سے میرے پاس کوئی

کمی نہ ہوگی، نہ میرا البم خالی ہوگا۔ آپ کو لینے کے لیے کسی مشینی کیمرہ کی ضرورت پڑے گی نہ فلم اور پلیٹ کی، بس آپ کی آنکھ کا کیمرہ اور دل کی فلم کافی ہوگی--- یہ تصویریں ہیں ہی کچھ ایسے نرالے انداز کی۔

ہر چیز نرالی

میرا یہ البم بڑا انوکھا اور نرالا البم ہے، عام البموں سے بالکل مختلف۔ اس میں دبیز اور خوب صورت اوراق نہیں ہیں، نہ اس کی کوئی مزین جلد ہے۔ یہ کوئی ساکت اور بے جان البم بھی نہیں ہے۔ یہ ایک مسلسل متحرک البم ہے، کسی لمحہ نہ جامد ہوتا ہے، نہ سرد پڑتا ہے۔ اس میں تصویریں گرمئ نفس اور سوزش جذبات سے چسپاں کی جاتی ہیں، زندگی کی دھڑکنوں کے فریم میں آویزاں ہوتی ہیں، گردش خون سے اس کے اوراق الٹتے ہیں۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ایسا نرالا البم کون سا البم ہوسکتا ہے؟ یہ البم میرا دل ہے، میری ساری ذات کا مرکز--- رگ و ریشہ میں ہر چیز یہیں سے پمپ ہوتی ہے، محبت ہو یا نفرت، عزم ہو یا پست ہمتی--- اس کے اوراق اَن گنت ہیں اور اس کا مقدر دوام و خلود ہے۔

وہ حسن و جمال بھی بڑے نرالے انداز کا ہے جس کو ان تصویروں نے محفوظ کر لیا ہے، اور تصویریں خود بھی نرالی ہیں۔ ویسے اس دنیا میں حسن اور خوب صورتی کی کیا کمی! اس کا بنانے والا رحمٰن ہے، رحیم ہے، جمیل ہے، مصور ہے--- پتھر کی رنگ برنگی اور کوتاہ و بالا چٹانوں کو دیکھیے، کھلتے مہکتے پھولوں اور پتیوں کی بہاروں پر نظر ڈالیے، آسمان پر جڑے ہوئے جگمگاتے ستاروں کی طرف نگاہ کیجیے، زمین کے وسیع و مرصع فرش پر چلیے، فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندوں اور زمین پر چلنے والے جانوروں پر نگاہ ڈالیے--- اس نے ہر جگہ حسن و جمال سمو دیا ہے، ہر چیز کو خوب صورت بنایا ہے، اور بڑی فیاضی سے بنایا ہے، ہر سو حسن پھیلا دیا ہے۔ جدھر نگاہ کیجیے حسن و جمال کا پیکر ہے۔

لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ مجھے کیا چیز سب سے زیادہ حسین و دل ربا لگتی ہے، جس پر نگاہ پڑے تو ہٹنے کا نام نہ لے، دل آ جائے تو دل سے اُتر کر نہ دے؟ مجھے تو سب سے زیادہ خوب صورت اچھا انسان لگتا ہے، اس کا اچھا کردار اور اچھا اسوہ لگتا ہے۔ اس حسن کی رعنائی اور دل ربائی کے کیا کہنے!

اب آپ ہی بتائیے کہ اس سے زیادہ حسین اور کون ہوگا، اور اس کی تصویر سے زیادہ خوب صورت اور کس کی تصویر ہوگی، جس سے بہتر انسان پر نہ آج تک آسمان نے سایہ کیا نہ زمین نے اس کے لیے نگاہوں کو فرشِ راہ کیا:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ   کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ   صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وہ اپنے کمال میں انتہائے بلندی تک پہنچ گئے۔
ان کے جمال کی جگمگاہٹ سے سارے اندھیرے چھٹ گئے۔
ان کی ہر خصلت حسن کا پیکر بن گئی۔
ان پر اور ان کی آل پر درود بھیجو۔

حسن و جمال کا نرالا پن تو آپ نے دیکھا، اب ذرا تصویروں کا نرالا پن ملاحظہ کیجیے۔ جس زمانے کی تصویریں میں آج آپ کو دکھانے چلا ہوں، اس زمانہ میں کیمرہ نہ ہوتا تھا، کاغذ اور پتھر پر ہاتھ سے نقاشی ہوتی تھی۔ اب تو کیمرہ اور ویڈیو کیمرہ بھی آ گیا ہے، اس زمانے میں یہ مشینی آلات ہوتے بھی تو جو تصویریں وہ محفوظ کرتے ان کا حسن و جمال اس طرح میرے دل و نگاہ میں نہ سماتا۔ کیمرے کی تصویر، ایک ساکت اور بے جان تصویر سے میں کیا دل لگاتا! مووی کیمرہ کی تصویر متحرک تو ہوتی، کوئی چلتا پھرتا اور بات چیت کرتا تو دکھائی دیتا لیکن گویا کہ کٹھ پتلی حرکت کر رہی ہے، جذبات اور تاثر کی حرارت سے بالکل خالی۔

میرے دل کے البم میں جو تصویریں لگی ہوئی ہیں، وہ الفاظ سے کھینچی گئی ہیں۔ میں نے جو تصویریں خود کھینچ کر اپنے البم میں لگائی ہیں، وہ میری نگاہ کی عکاسی کی مرہونِ منت ہیں۔ لیکن جو تصویریں میں آپ کو دکھانے چلا ہوں، ان کی نقاشی اس پیکرِ حسن و جمال ﷺ کے ساتھیوں نے کی ہے، اپنے زندہ اور خوب صورت الفاظ میں۔ لفظوں کی تصویر کی بات ہی اور ہے--- نگاہوں کے سامنے بھی عیاں ہو جاتی ہے، دل میں بھی اتر جاتی ہے، جذبات کو بھی مرتعش کر دیتی ہے، دل کی دھڑکن بھی بڑھا دیتی ہے، خون میں حرارت اور قلب میں اطمینان بھی پیدا کرتی ہے--- ایسی تصویر سے زیادہ دل کش اور دل نشیں، پُرکشش اور تاثر و تاثیر سے لبریز تصویر اور کون سی ہو سکتی ہے!

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر

مجھے یہ تصویریں بہت پیاری لگتی ہیں، مجھے ان سے بہت محبت ہے

میری آرزو اور خواہش ہے کہ آپ کو بھی اسی طرح ان سے محبت ہو جائے، بلکہ میری محبت سے زیادہ، اور ہمیشہ رہے۔ محبت ہی زمان و مکاں کے فاصلے مٹا کر محبوب سے قریب کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ جو مجسم محبت و رحمت تھے اور جن کی چند تصاویر آج میں آپ کی نذر کرنے چلا ہوں، انھوں نے خود ہی یہ خوش خبری دی ہے، ﷺ۔

ان کے ایک ساتھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ دل میں ایک خلش تھی، وہ بیان کی۔ یہ خلش ہم سب کے دل میں ہے۔ مگر اب پوچھنے کا موقع تو نہیں، اس شخص نے گویا ہم سب کی طرف سے پوچھ لیا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے لوگوں سے محبت کی لیکن ان تک نہ پہنچ سکا؟

نہ صحبت ملی، نہ ملاقات ہوئی، نہ عمل میں ان کے قریب پہنچے، فاصلے زماں کے بھی رہے، مکاں کے بھی اور علم و عمل کے بھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری، مسلم)

آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس نے محبت کی۔

یہ ساتھ اور قرب اس دنیا میں تو ہے ہی---اور اگر آپ کو شبہ ہو تو محبت کر کے دیکھ لیجیے کہ زمانہ اور فاصلہ کا بُعد کس طرح مٹ جاتا ہے---لیکن اُس دنیا، آنے والی اور ہمیشہ رہنے والی دنیا کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ایک اور ساتھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک اور شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا،

قیامت کب ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا،

پوچھ تو رہے ہو، لیکن اس کے لیے تیاری بھی کی ہے؟

بولا،

مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّی اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ -

تیاری تو میں نے کچھ نہیں کی، لیکن بس اتنا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (بخاری، مسلم)

تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔

بتایئے' اس سے زیادہ خوشی و شادمانی کا سامان اور کس بات میں ہوسکتا ہے! خود اس زمانے میں جب اللہ کے رسول ﷺ موجود تھے' لوگوں نے یہ خوش خبری سنی تو ایسے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد کسی بات سے نہ ہوئے تھے--- یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے--- اب ہمارے زمانے میں تو ہم جیسے درماندہ و عاجز' ناقص و ناکارہ انسانوں کے لیے' جو آخرت کی تیاری میں بالکل ہی پیچھے رہ گئے ہوں' تسلی و اطمینان اور مسرت و خوشی کا سامان واقعی اس بات سے بڑھ کر اور کس بات میں ہوسکتا ہے۔ پس محبت کریں تو اللہ کا بھی ساتھ ملے گا' اس کے پیارے رسول ﷺ کا بھی' اور ان دونوں کے سارے چاہنے والوں کا بھی۔

آج اللہ کے رسول ﷺ کی ذات تو ہمارے درمیان موجود نہیں' لیکن آپ ﷺ کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ہمارے پاس ہے' پوری زندگی کی تصویر۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا اسوہ ہمارے پاس ہے۔ اگر ہم اسوہ کی ایک ایک ادا اور اس کے ایک ایک نقش سے محبت کرنے لگیں' اس پر اپنی نگاہیں جمالیں' اسے اپنے دل میں بٹھالیں' اور اس جیسا بننے کی کوشش میں بھی لگ جائیں' تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس خوش خبری کے مستحق نہ قرار پائیں۔ اگرچہ آج ہم آپ ﷺ کے قدموں میں نہیں بیٹھ سکتے' لیکن اس طرح آپ ﷺ کے ہر قدم کی چاپ سن سکیں گے اور آخرت میں تو ضرور آپ ﷺ کو ان آنکھوں سے دیکھیں گے اور آپ ﷺ کی صحبت کی سعادت سے سرفراز ہوں گے' ان شاءاللہ تعالیٰ!

ایک بات ضرور ہے۔ جو تصویریں میں آپ کو دکھانے چلا ہوں ان کو دیکھنے میں صرف لطف و لذت نہیں' درد و غم کی لہریں بھی ہیں۔ یہ لہریں میرے دل کے اندر اٹھتی ہیں اور ان کی کسک آپ بھی محسوس کرسکتے ہیں۔ یہ درد اور کسک کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ جب میں ایک طرف ان تصویروں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہوں' اپنی زندگی کو دیکھتا ہوں' تو مجھے ان دونوں میں اتنا نمایاں تفاوت' بلکہ تضاد محسوس ہوتا ہے کہ بے اختیار میرا دل غم و اندوہ کا

شکار ہو جاتا ہے۔ غم واندوہ اس بات کا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرا دل محبت سے خالی ہو‘ جب ہی تو میں ان تصویروں کے حسن و جمال سے آنکھیں بند کر کے نہ معلوم کن راہوں پر دوڑتا چلا جا رہا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس انسان کے قرب سے محروم ہو جاؤں‘ دُور کر دیا جاؤں‘ جس سے محبت کا مجھے دعویٰ ہے اور جس کے پیچھے چلنے کی آرزو میرے دل میں ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ان تصویروں کے ساتھ یہ دردو غم بھی آپ کی نذر کر دوں۔ آپ تصویریں لے کر جائیں تو یہ دردو غم بھی ساتھ لے جائیں۔ آپ شاید کہیں کہ دردو غم تو کوئی تحفہ نہ ہوا‘ تحفہ تو وہ ہے کہ جو خوشی اور مسرت کو ساتھ لائے۔ لیکن جس غم کی کسک میں آپ کو دینا چاہتا ہوں‘ اس کے بارے میں اتنی بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر آج آپ کو یہ غم لگ گیا‘ تو آج بھی اور کل بھی ہر اندیشہ اور خوف سے اور ہر حسرت اور غم سے نجات پا جائیں گے۔ **لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ** ، نہ ان کو خوف ہوگا نہ وہ غم وحسرت میں مبتلا ہوں گے‘ کی بشارت آپ کے حق میں پوری ہوگی‘ اور آپ اس مقامِ اعلیٰ پر پہنچ جانے کے مستحق بن جائیں گے جو ہمارے محبوب نبی ﷺ کی رفاقت کا مقام ہے۔

آپ ان تصویروں کو اس طرح دیکھیں کہ آپ ان کی دل کشی ودل ربائی سے بھی لطف اندوز ہوں‘ آپ کے دل میں ان سے محبت بھی پیدا ہو‘ ساتھ ہی یہ آپ کے لیے ایک معیار اور کسوٹی بھی بن جائیں‘ اور ایک آئینہ بھی‘ جس میں جھانک کر آپ یہ دیکھ سکیں کہ خود آپ کا پیکر‘ آپ کی زندگی‘ آپ کے لمحات‘ آپ کے شب و روز‘ آپ کی تصویریں‘ اس سے کتنی مطابقت رکھتی ہیں۔

تصویرِ دعوت

تصویر کس طرح بنتی ہے؟ چھوٹے چھوٹے نقطے اَن گنت تعداد میں ایک خاص ترتیب سے ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ایک واضح تصویر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت ساری اَن گنت

تصویروں کو تیزی کے ساتھ حرکت میں لایا جائے تو وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو کر ایک متحرک تصویر کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ میں نے جب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ساری تصویروں کو ایک ساتھ رکھ کر دیکھا' اس ترتیب سے رکھا جس ترتیب سے ان کے ساتھیوں نے رکھا' ان کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھتا چلا گیا' تو سب سے زیادہ واضح اور متحرک تصویر ایک ہی نظر آئی--- آپ ﷺ رسول تھے' اپنے رب کے بھیجے ہوئے تھے' آ ﷺ کے پاس ایک پیغام تھا' آپ ﷺ کے پاس ایک دعوت تھی' اس دعوت اور پیغام کو پہنچانا ہی آپ ﷺ کی زندگی تھی--- مجھے ایسا لگا کہ جس لمحہ غارِ حرا میں خدا کی وحی اور ہدایت کی پہلی کرن نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو چھوا' اس لمحہ سے لے کر زندگی کے آخری لمحہ تک جب آپ ﷺ نے اپنی جان--- جانِ آفرین کے سپرد کی اور الرفیق الاعلیٰ کے پاس گئے' آپ ﷺ کی زندگی رسالت و دعوت کی تصویر ہے۔ ہر لمحہ یہی دُھن ہے' اسی کی فکر ہے' اسی کا احساس ہے' اسی کے لیے شب و روز وقف ہیں' اسی کے لیے تگ و دو ہے' اسی کے لیے میل جول ہے' اسی کے لیے جدوجہد ہے۔

اسوۂ حسنہ کا نام آتا ہے تو اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ بالعموم ہمارے ذہن میں ایک ہی خیال آتا ہے کہ آپ ﷺ لباس کیسا پہنتے تھے؟ آپ ﷺ کے کھانے اور پینے کے انداز کیا تھے؟ آپ ﷺ چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے کس طرح تھے؟--- اس سے زیادہ کچھ سوچتے ہیں' اگرچہ کم ہی سوچتے ہیں' تو یہ کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ لیکن اسوۂ حسنہ کا نام سن کر جو تصویریں ہمارے ذہن میں نہیں آتیں' کم از کم اس حیثیت سے نہیں آتیں کہ ان جیسا ہمیں بھی بننا ہے' وہ تصویریں مکّہ کی گلیوں میں تگ و دو کی' کوہِ صفا سے پکار کی' عکاظ کے میلوں میں گشت کی' طائف کی وادیوں میں آبلہ پائی کی' بدر و حنین اور احد و حدیبیہ کے کارزار کی تصویریں ہیں۔

کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے کی تصویریں یقیناً آپ ﷺ کے اسوہ کا ایک حصہ ہیں، ان میں سے ہر تصویر خوب صورت ہے، ہمارے لیے اہم ہے، لیکن کہا تو یہ گیا ہے کہ:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

بے شک تمھارے لیے اسوۂ حسنہ اللہ کے رسول میں ہے۔

رسول ﷺ اللہ کے لفظ پر غور کیجیے تو ساری بات آپ کی سمجھ میں آ جائے گی۔ پھر آپ کو نظر آئے گا کہ اگرچہ ہر تصویر اسوہ اہم ہے، لیکن ساری زندگی کی ایک تصویر سب سے نمایاں تصویر بنتی ہے۔ وہ تصویر اسوۂ رسالت کی ہے، وہ اسوۂ دعوت کی ہے، وہ اسوۂ انذار و تبشیر کی ہے، وہ اسوۂ تلاوت آیات کی ہے، وہ اسوۂ تعلیم کتاب و حکمت کی ہے، وہ اسوۂ تزکیہ نفوس کی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ انھی تصاویر کا عکس ہے۔ ہم کو یقیناً کپڑے اسی طرح پہننے چاہییں جس طرح آپ ﷺ نے بتایا ہے۔ ہمارے کھانے پینے، سونے جاگنے اور چلنے پھرنے کے آداب بھی آپ ﷺ کے آداب کے مطابق ہونے چاہییں، ہمارے اخلاق بھی آپ ﷺ ہی کے رنگ میں رنگنا چاہییں، لیکن اگر ہماری زندگی آپ ﷺ کی تصویر دعوت و رسالت کی تصویر نہ بنی تو ہم صحیح معنوں میں آپ ﷺ سے محبت کرنے والے نہ ہوں گے۔

اب شاید آپ یہ سمجھ سکیں کہ میں نے ان تصاویر کو آپ کے لیے کیوں منتخب کیا ہے۔

آئیے، اب میں آپ کو اپنا البم کھول کر دکھاؤں۔

❖❖❖

ذوق وشوق دیکھ دلِ بے قرار کا

پہلی تصویر

چشمِ گریاں

یہ پہلی تصویر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے محفوظ کی۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا'

عبداللہ، مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ۔

میں نے حیرت اور ادب سے پوچھا'

میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ ﷺ پر تو یہ قرآن اتارا گیا ہے!

آپ ﷺ نے فرمایا'

ہاں، میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے یہ قرآن سنوں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں'

میں نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت پر آیا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء ۴:۴۱)

اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

آواز آئی' عبداللہ اب بس کرو۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(بخاری' مسلم)

اس تصویر کو دیکھئے اور ذرا غور سے دیکھئے! یہ کس ذمہ داری اور جواب دہی کا اتنا گہرا اور شدید احساس ہے کہ جس نے دل کو پگھلا دیا ہے اور آنکھوں کو نمناک کر دیا ہے؟ یہ ذمہ داری اللہ کے بندوں کے سامنے سچائی اور حق کی گواہی دینے کی ذمہ داری ہے' یہ ذمہ داری دعوت کی ذمہ داری ہے۔ یہ شدت اس احساس کی ہے کہ ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہوں گا اور خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنی گواہی دینے کی ذمہ داری کو کہاں تک ادا کیا' تو اس وقت میں کیا جواب دوں گا۔ اس محبت کو دیکھئے جو اپنے رب سے ہے' اس خشیت کو دیکھئے جو اس کے سامنے کھڑے ہونے کے احساس سے ہے۔ یہ کیسا دل کو کھینچنے والا محبت و خشیت کا امتزاج ہے! مخلوق خداوندی کے لیے رحمت و شفقت کو دیکھئے جو قلب میں موجزن ہے۔ کلام ربانی پر کیسا یقین ہے کہ اس کی بارش کے چند قطرے برسے اور ایسا تموج پیدا ہوا کہ ساری محبت و خشیت اور رحمت آنکھوں میں عیاں اور رواں ہوگئی۔ اس تصویر پر بے اختیار پیار کیوں نہ آئے!

اب ذرا اس تصویر کے آئینہ میں اپنے کو بھی دیکھ لیجیے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان آپ اپنی قوم کے سامنے' سارے انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دینے کے لیے ہی ایک اُمت بنائے گئے ہیں۔ یہی آپ کی زندگی کا مقصد ہے۔ اسی مقصد کے لیے آپ مجتمع ہوئے ہیں۔ رات دن آپ کی زبانوں پر نفاذِ شریعت' اسلامی نظام' اقامت دین' حاکمیت الٰہی' شہادت حق کے الفاظ رہتے ہیں۔ سچ بتائیں' رات کی تاریکی اور تنہائی ہو یا دن کا اُجالا' اب تک ایسا کتنی بار ہوا کہ آپ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر آئی ہوں' یہ سوچ کر کہ آپ کے چاروں طرف بسنے والے انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے جب آپ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَابِكَ ۔

یہ تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہی ہے کہ جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے سامنے حق کی گواہی دی ہے۔ اسی طرح آپ سارے انسانوں کے سامنے دینے کے ذمہ دار ہیں۔ جس طرح وہ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے' اسی طرح آپ بھی ہوں گے۔ آپ سے بھی پوچھا جائے گا کہ آپ نے اپنے گھر والوں' اپنے اسکول اور کالج' اپنے محلّہ اور دفتر' اپنے شہر اور ملک میں بسنے والے اور گمراہی میں بھٹکنے والے انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دی یا نہیں؟ آپ سچے گواہ تھے یا جھوٹے؟ آپ ہوشیار تھے یا اپنی گواہی کی ذمہ داری سے غفلت میں ہی زندگی گزارتے رہے؟ آپ کو ان سب انسانوں کا درد اور غم تھا' یا صرف اپنی دنیا بنانے یا اپنی نجات کی فکر تھی؟

کیا یہ سب سوچ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے؟ اگر ایسا نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ جو تصویر ہے یہ آپ کے دل میں نہیں اُتری۔ ابھی آپ کے دل میں وہ جذب دروں اور اپنے رب اور اس کی مخلوق سے وہ محبت نہیں پیدا ہوئی جس کے بغیر آپ کی زندگی حسن وخوبی سے محروم رہے گی۔ آپ تقریریں کرلیں' کتابیں پڑھ لیں' نعرے لگالیں' جلسے کرلیں' لیکن جب تک یہ جذب دروں' یہ محبت' اپنے مقصد کا یہ عشق آپ کے دل میں پیوست نہ ہوجائے اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہوگا۔

یہ تصویر دیکھنے کے بعد ہونا یہ چاہیے کہ آپ لرز اُٹھیں' کانپ جائیں' رو پڑیں' جب یہ سوچیں کہ ہر وہ شخص جو اپنے رب سے غافل اور بے نیاز ہے' اپنے رب کی راہ پر نہیں چل رہا' اپنے رب کی بندگی نہیں کررہا' اس کے بارے میں آپ سے آپ کا رب پوچھے گا اور آپ کو اس کی گمراہی کی جواب دہی کرنا پڑے گی' اس کے اپنے رب سے دُور رہنے کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوسکتی ہے۔

دوسری تصویر

جان پُرسوز

اب دوسری تصویر دیکھئے۔ یہ تصویر کسی انسان نے نہیں کھینچی ہے بلکہ اس نے کھینچی ہے جو''المصور'' ہے اور جس کے کمالِ عکاسی پر ساری کائنات گواہ ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۲۶:۳)

شاید اس فکر وغم میں آپ اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

ایک رنگ یہ دیکھئے! اپنی سچائی اور صداقت پر یقین ہے' ایسا یقین جیسے کہ روزِ روشن میں ہوتا ہے کہ سورج نکلا ہے۔ جو چیز ہمارے لیے غیب کی حیثیت رکھتی ہے وہ نبی کے لیے آنکھوں دیکھی چیز ہوتی ہے۔ اس یقین کے مقابلہ میں انکار ہے' بار بار انکار ہے' تکذیب ہے' تکذیب پر اصرار ہے' جو شخص دن کے وقت کہے کہ لوگو' یہ دن ہے اور لوگ ماننے سے انکار کر دیں--- جھٹلائیں' اور اصرار کریں کہ وہ جھوٹا ہے' اپنے دل سے گھڑ کر کہہ رہا ہے کہ یہ دن کا وقت ہے اور سورج آسمان پر چمک رہا ہے' اس کا دل جس طرح گھٹ رہا ہے ذرا اس کا کچھ اندازہ کیجیے۔ پھر انکار وتکذیب ہی نہیں ہے بلکہ مذاق ہے' استہزا ہے اور اس سے آگے بڑھ کر مخالفت ہے' عناد ہے اور ظلم وستم ہے۔ سوچیے کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے! اور ''المصور'' کے الفاظ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اس کیفیت کی کتنی صحیح عکاسی کر رہے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ دل آویز ایک اور نقش یہ ہے! تکذیب وعناد پر دل کا گھٹنا' جان کا ہلاک ہونا تو بالکل فطری ہے' ہر انسان اس کا شکار ہوگا۔ جس بات کا چشمِ تصور کے لیے احاطہ کرنا ہی مشکل ہے' اور جس کو ''المصور'' کی تصویر ہماری نظروں کے سامنے عیاں کر رہی ہے' وہ اس سے بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے۔ ساری تکذیب وعناد کے باوجود دل میں غصہ نہیں ہے' تباہی و بربادی

کی تمنا نہیں ہے' بلکہ خیرخواہی اور صرف خیرخواہی' محبت اور صرف محبت ہے اور صرف ایک دُھن ہے' ایک ہی شوق ہے' ایک ہی غم ہے' ایک ہی سوز ہے--- ایسا کیسے ہو کہ یہ لوگ ایمان کی راہ پر آ جائیں' خدا کے غضب اور اس کی آگ سے بچ جائیں' اس کی جنت میں پہنچ جائیں' اس دُنیا میں قسط و انصاف کی نعمت سے نوازے جائیں۔

شوق' فکر اور غم کے رنگوں کا یہ بڑا دل آویز امتزاج ہے کہ جس سے **لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ** --- کی تصویر کے نقوش اُبھرتے ہیں۔ اسی میں وہ جان گھلا رہا ہے اسی میں اس کا دم گھٹ رہا ہے' اسی میں ہلاک ہو رہا ہے۔

سوز و غم صرف اس بات کا نہیں ہے کہ لوگ میری بات نہیں مانتے' جان صرف اس لیے نہیں گھل رہی کہ سچی ہدایت کا انکار ہے' دُھن صرف اس بات کی نہیں کہ لوگ کسی طرح میرے اُوپر اعتماد کر لیں اور میری بات پر ایمان لے آئیں بلکہ سوز و درد اس کا ہے کہ لوگ پروانہ وار آگ کی طرح دوڑے چلے جا رہے ہیں' اس میں گر رہے ہیں' مزید ستم یہ کہ اس پر راضی ہیں' خوش ہیں' مطمئن ہیں۔

کیسا عجیب ہے ان کا حوصلہ کہ آگ میں جلنے کے لیے تیار ہیں۔(البقرة ۲:۱۷۵)

ایک طرف رب اور اس کی مخلوق کی محبت ہے' اپنی فطرت سراپا رحمت ہے کہ ہیں ہی رحمۃ للعالمین' دوسری طرف جن سے محبت ہے وہ محبوب حقیقی سے دُور بھاگ رہے ہیں اور ہلاک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ذرا ایسے دل کی کیفیت کا اندازہ کیجیے۔ حضور ﷺ نے خود ہی اس کی عکاسی یوں فرمائی ہے:

میری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے آگ جلائی اور جب سارا گردوپیش روشن ہو گیا تو کیڑے اور پروانے آگ میں گرنے لگے۔ اب ایک شخص ہے کہ ان کو روک رہا ہے' لیکن پتنگے ہیں کہ اس کی کوششوں پر غالب ہوتے چلے جا رہے ہیں اور آگ میں گرے

رہے ہیں۔ اسی طرح میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑ رہے ہو۔ **(بخاری، مسلم)**

اب اس تصویر کے آئینہ میں ذرا اپنا سراپا دیکھئے! کیا آپ کو اپنے پیغام پر اتنا ہی یقین ہے کہ لوگ انکار کریں تو آپ کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو؟ کیا خدا کے بندوں کی محبت اتنی ہی شدید ہے کہ آپ کے دل میں مایوسی، انتقام، غصہ اور نفرت کی بجائے، بس ان کو راہِ ہدایت پر لانے کی فکر اور شوق غالب ہے؟ کیا لوگوں کو گمراہی میں دیکھ کر آپ کا دل اس طرح کڑھتا ہے اور سوز و غم میں مبتلا ہوتا ہے جتنا اپنے کسی پیارے کو آگ میں جلتا دیکھ کر ہوتا ہے؟ آخر ان لوگوں میں آپ کے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچے، رشتہ دار اقربا، دوست احباب، ساتھ پڑھنے والے اور کام کرنے والے سب ہی ہیں۔ دنیا کی پریشانیاں اور فکریں، مالی تفکرات، جن سے محبت ہے ان کی دنیاوی مصیبتیں اور تکلیفیں ہم کو پریشان کرتی ہیں اور ہلاک کرتی ہیں۔ کس طرح کرتی ہیں، اس کا ہم سب کو تجربہ ہے۔ کیا دعوت کی فکر، اللہ کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی دُھن، بھٹکتے انسانوں کو آگ سے بچا کر جنت تک پہنچانے کی تڑپ، اسی طرح، بلکہ اس سے زیادہ، آپ کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھتی ہے؟ کیا لوگوں کو اللہ کی نافرمانی کرتے دیکھ کر ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ آگ میں گرے پڑ رہے ہیں اور، ان پر گمراہی کے فتوے صادر کرنے کی بجائے، ہمیں کسی طرح کمر سے پکڑ کر ان کو اس ہولناک انجام سے بچانا ہے؟

یقین جانئے کہ جب تک کسی نہ کسی درجہ میں **لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ** کی اس تصویر کا رنگ و نقش ہماری زندگی میں نہ اترے گا، اس وقت تک ہم اس کام کو کرنے بلکہ اس کا نام لینے کے بھی اہل نہ ہوں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انجام دیا۔

تیسری تصویر

ادا کر چکی فرض اپنا رسالت

اب یہ تیسری تصویر دیکھئے۔ یہ جو حسین و روح فزا منظر دکھا رہی ہے، وہ نتیجہ ہے اس حسن و جمال کا، جس کا نظارہ آپ نے پہلی دو تصویروں میں کیا۔ وہ دو تصویریں نہ ہوتیں تو یہ تیسری تصویر وجود میں ہی نہ آتی۔

عرفات کا وسیع و عریض میدان ہے--- بے شمار لوگ جمع ہیں، ڈیڑھ لاکھ کے قریب، مرد بھی ہیں، عورتیں بھی اور بچے بھی۔ یہ سارے لوگ عرب کے گوشہ گوشہ سے آئے ہیں۔ یہ اس پکار کے جواب میں آئے ہیں جو سلسلہ رشد و ہدایت کے امام عالی مقام، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلند کی تھی، اور جس پکار کو ان کے فرزند اور اس سلسلہ کے آخری امام محمد رسول اللہ ﷺ نے زندہ کیا، عرب کے ہر کونے تک پہنچایا، گرد و پیش کی ساری دُنیا کو سنایا اور رہتی دنیا تک انسانوں کو پہنچانے کا انتظام کیا۔

حضور ﷺ ایک اونٹنی پر سوار ہیں۔ اپنی اُمت کو آخری ہدایات دے رہے ہیں۔ تقریر کے اختتام پر پہنچتے ہیں تو ان ہزار ہا ہزار لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں: کل خدا کے ہاں تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لوگو! ذرا مجھے بتاؤ کہ اس وقت تم کیا کہو گے۔

ہزاروں کے مجمع نے ایک آواز ہو کر کہا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رسالت کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے نصیحت کا کام پورا کر دیا۔ آپ ﷺ نے امانت الٰہی کو کما حقہٗ، ہم تک پہنچا دیا۔

حضور ﷺ نے اپنے کلمہ کی انگلی کو بلند کیا، کبھی آسمان کی طرف اٹھاتے، کبھی مجمع کی طرف جھکاتے، اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ، اے اللہ تو گواہ رہنا۔ **(ابو داؤد' مسلم)**

کون ہے جو اس طرح انسانوں اور خدا کو اپنے فرض کی تکمیل پر گواہ بنا سکتا ہے؟ یہ تصویر کیا ہے' آپ کے لیے ایک سوال ہے۔ آپ حضور ﷺ کی دعوت اور پیغام کے ہی علم بردار ہیں۔ اس دعوت کو آپ نے پوری زندگی کا مقصد قرار دیا ہے۔ آپ کے شب و روز اسی مقصد کی خاطر گزرتے ہیں۔

آپ کے دل میں یہ شکوہ بھی ہے کہ اتنے برس ہوگئے اور لوگ ہماری بات سن کر نہیں دیتے۔ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ کیا آپ اس پوزیشن میں ہیں کہ عالم انسانیت کو نہیں' اپنے گردوپیش میں بسنے والے غیر مسلموں کو نہیں' اپنے ملک کو نہیں' اپنے شہر کو بھی نہیں' صرف اپنے محلّہ یا اپنے خاندان کو جمع کر کے یہ گواہی لیں کہ کیا میں نے خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیا' امانت ادا کر دی' نصیحت کا حق پورا کر دیا' کیا خدا کے ہاں تم یہ کہنے کو تیار ہو گئے' اور وہ یہ کہیں کہ ہاں' تم نے پہنچا دیا۔

یہ پہنچانے کی ذمہ داری یعنی ابلاغ' یہ بلانے کی ذمہ داری یعنی دعوت' یہ گواہی کی ذمہ داری یعنی شہادت' آپ پر اپنے گھر والوں کے حوالے سے بھی آتی ہے' اپنے خاندان والوں کے حوالے سے بھی' محلّہ میں رہنے والوں کے حوالے سے بھی' اسکول' کالج' دفتر' کارخانہ میں ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے حوالے سے بھی' اور سچ پوچھیے تو ہر انسان کے حوالے سے بھی جو آپ تک آتا ہے یا آپ اس تک پہنچ سکتے ہیں اور وہ ہدایت سے محروم ہے اور شفا کا محتاج ہے۔ ان میں سے ہر ایک آپ سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ میں اندھیرے میں تھا اور تمھارے پاس روشنی تھی' میں بھٹک رہا تھا اور تمھارے پاس راہ کی خبر تھی' پھر تم کیا کر رہے تھے؟ اگر آج میں خدا

کے ہاں ہلاکت سے دوچار ہوں تو کیا تم اس کی ذمہ داری سے بچ سکتے ہو؟

ان تینوں تصویروں سے اسوۂ دعوت کے جو نقوش اُبھر کر سامنے آتے ہیں اور جن کو آپ کو اپنی زندگی میں سمونا ہے' وہ واضح ہیں۔

— دعوت اور مقامِ دعوت کی ذمہ داری کا شدید احساس۔

— زندگی میں سب سے بڑھ کر یہ دھن اور فکر کہ ہم اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں۔

— ہمہ وقت احتساب کہ جن اللہ کے بندوں سے ہمارا کسی طرح کا بھی تعلق ہے کیا وہ اللہ کے سامنے یہ گواہی دے سکیں گے کہ ہم نے ان کی خیرخواہی' بھلائی' نصیحت اور ان تک اللہ کی امانت پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

میرے اس البم کے کئی حصے ہیں اور میں نے ساری تصویروں کو ایک قرینہ اور ترتیب سے رکھا ہوا ہے۔ اب میں چوتھی تصویر آپ کو ایک دوسرے حصہ سے دکھاؤں گا۔ یہ تصویر مجھے بہت پسند ہے' اس کو بار بار دیکھا کرتا ہوں' نہ معلوم کب سے اپنے دوستوں کو دکھا رہا ہوں۔ اگر پہلی تصویریں اس پیکر جمیل کی تھیں کہ جو دعوت کے حوالے سے حسین تھا' تو یہ تصویر اس حسن و جمال کو جلوہ گر کرتی ہے جو دعوت کے مخاطبین کے حوالے سے تھا۔

چوتھی تصویر

زخم کھا کر پھول برسائے

یہ کار دعوت و نبوت کا دسواں سال ہے۔ دس سال کی محنت کے بعد بھی مکہ کے سردار اور عوام اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی اختیار کریں' اس کے رسول ﷺ کی اطاعت قبول کریں اور مکہ کو دعوت الٰہی کا مرکز بنا دیں۔ بلکہ اب تو وہ داعی حق ﷺ کو ہی ختم کر دینے کا سوچ رہے ہیں۔ شفیق چچا ابوطالب کا سہارا تھا' وہ رخصت ہو چکے ہیں۔ پچیس سالہ رفاقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تھی' وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔ اب کدھر کا رخ کریں؟ مکہ نے اپنے بہترین ہیرے آپ ﷺ کی گود میں ڈال دیے ہیں' لیکن اب تو اس مسکن کی

تلاش ہے جہاں خدائے واحد کی بندگی کی بنیاد پر ایک معاشرہ قائم ہو اور ساری دنیا پر اس کے خالق کی حکومت قائم کرنے کا سامان ہو۔ نبی کریم ﷺ طائف کا سوچتے ہیں اور وہاں کا رخ کرتے ہیں۔ مکہ سے قریب یہی شہر ہے۔ زمین زرخیز، پانی وافر، باغات سے مالا مال۔ شاید کہ وہاں کے سردار اور امرا اس دعوت کو قبول کر لیں۔

راستہ دشوار گزار پہاڑیوں اور وادیوں سے بھرا ہوا ہے۔ گرمی کا موسم ہے، اور وہ بھی عرب کی تپتی ہوئی گرمی۔ ۵۰ سال کی عمر ہے، جوانی کا زمانہ نہیں کہ دشوار سفر آسان ہو جائے۔ سفر کے لیے سواری کا بندوبست بھی اب ممکن نہیں کہ ساری دولت کارِ دعوت میں صرف ہو چکی ہے، چنانچہ پیادہ پا دو چپلوں پر سارا راستہ طے ہو رہا ہے۔ ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ منہ بولے بیٹے اور راہِ حق کے نوجوان ساتھی۔

طائف پہنچ کر حضور ﷺ بنو ثقیف کے تین سرداروں، عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس جاتے ہیں، اور ان کے سامنے دعوت پیش کرتے ہیں۔ دس سال مکہ میں ٹھکرائے جانے کے بعد جو اُمیدیں طائف سے ہو سکتی تھیں وہ چکنا چور ہو جاتی ہیں، جب امارت و دولت اور اقتدار و کبر کے نشہ میں چور یہ تین سردار بھی اس دعوت کو ٹھکرا دیتے ہیں، ان کے جواب سننے کے لائق ہیں۔

ٹوٹے ہوئے دل کے لیے پہلا تیر یہ تھا:

اللہ کو تمھارے سوا رسول بنانے کے لیے اور کوئی نہیں ملا کہ جسے سواری کے لیے گدھا تک میسر نہیں۔

دوسرے نے اپنا سیاسی نظریہ پیش کیا:

کعبہ کے پردے تار تار ہو جاتے اگر اللہ نے تمھیں اپنا رسول بنایا ہوتا۔

تیسرے نے منطق چھانٹی:

میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ﷺ ہو تو میں اس کا مستحق نہیں کہ تم سے بات کروں، اور اگر نہیں ہو تو میری ذلت ہے کہ کسی جھوٹے سے بات کروں۔

زخمی دل کے ساتھ سرداروں کی محفل سے نکل کر آپ ﷺ باہر آتے ہیں تو طائف کے سردار شہر کے لچے لفنگے لوگوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دیتے ہیں۔ تاک تاک کر آپ ﷺ کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھر مارتے ہیں۔ جب چوٹوں کی تکلیف سے مجبور ہو کر آپ ﷺ بیٹھ جاتے ہیں تو آپ ﷺ کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ دو میل کے راستہ پر اسی طرح سنگ باری کے نتیجے میں آپ ﷺ زخموں سے چور اور لہولہان ہو جاتے ہیں اور بالآخر طائف کی بستی سے نکل کر ایک باغ میں پناہ لیتے ہیں۔

اب ذرا یہ منظر دیکھیے، کس کا دل ہے کہ شق نہ ہو جائے۔

زخموں سے گھٹنے چُور ہو گئے۔ پنڈلیاں گھاؤ ہو گئیں۔ کپڑے لال ہو گئے۔ نوعمر رفیق (زید رضی اللہ عنہ) نے سڑک سے بے ہوشی کی حالت میں جس طرح بن پڑا اٹھایا۔ پانی کے کسی گڑھے کے کنارے لایا۔ جوتیاں اتارنی چاہیں تو خون کے گوند سے وہ تلوے کے ساتھ اس طرح چپک گئی تھیں کہ ان کا چھڑانا دشوار تھا۔ (مناظر احسن گیلانی، **النبی الخاتم** ﷺ، صفحہ ۵۸)

یہ کیسا دن ہے جو سب کے لیے تھا اور سب کے لیے ہے، قیامت تک کے لیے ہے، کیسا دردناک نظارہ ہے، اس کو سب واپس کر رہے تھے۔ بات اسی پر ختم نہیں ہو گئی کہ انھوں نے جو پیش کیا تھا اس کو صرف رد کر دیا بلکہ آگ میں پھاندنے والوں کی جو کمریں پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا وہی کمر کے بل گرایا جاتا تھا۔ (گیلانی، **النبی الخاتم** ﷺ، صفحہ ۵۸)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ پر اُحد کے دن سے بھی سخت دن کوئی گزرا ہے؟ فرمایا:

تیری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچیں، سو پہنچیں مگر سب سے بڑھ کر سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف میں عبد یالیل کے سامنے دعوت رکھی اور اس نے رد کر دیا۔

(نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، صفحہ ۱۹۶، بحوالہ المواہب الدنیا)

امیدوں کے ساتھ طائف کا سفر، ٹوٹا ہوا دل، زخموں سے چُور جسم، زندگی کا سب سے زیادہ سخت دن--- یہ سارے مناظر نگاہوں میں رکھیے اور اب دیکھیے زبان پر الفاظ کیا ہیں!

الٰہی، اپنی بے زوری و بےبسی اور بے سروسامانی کا شکوہ تجھ ہی سے کرتا ہوں۔
دیکھ، انسانوں میں ہلکا کیا گیا، لوگوں میں یہ کیسی سبکی ہو رہی ہے۔
اے سارے مہربانوں میں سب سے مہربان، میری سن۔
درماندہ اور بےکسوں کا رب تو ہی ہے، تو ہی میرا مالک ہے۔
مجھے تو کن کے سپرد کرتا ہے، کیا اس حریف بیگانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے یا تو نے مجھ کو، میرے سارے معاملات کو، دشمنوں کے قابو میں دے دیا ہے؟
پھر بھی اگر تو مجھ سے ناراض نہیں، تو مجھے ان باتوں کی کیا پروا۔
کچھ بھی ہو، میری سمائی تیری عافیت کی گود میں ہی ہے۔
اور تیرے چہرہ کی وہ جگمگاہٹ جس سے اندھیریاں روشنی بن جاتی ہیں، میں اس نور کی پناہ میں آتا ہوں کہ اس سے دنیا اور آخرت کا سدھار ہے۔
مجھ پر تیرا غصہ بھڑکے، اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مجھ پر تیرا غضب ٹوٹے، اس سے تیرے سایہ میں آتا ہوں۔
منانا ہے، منانا ہے، اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔
نہ قابو ہے نہ زور ہے، اعلیٰ و عظیم اللہ ہے۔

دل کی اس کیفیت کو آپ نے دیکھا۔ دعوت کی لگن اور اس کی خاطر طائف کا یہ پُرمشقت سفر، اپنے رب پر بھروسہ اور اس کی رضا کی تلاش، یہ رنگ تو ہویدا ہی ہیں۔

کچھ رنگ اور ہیں جو دراصل آپ کو دکھانا مقصود ہیں۔

حضور ﷺ کے یہ الفاظ سن کر نوجوان ساتھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

یا رسول ﷺ اللہ، ان ظالموں کے لیے بددعا کیجیے۔

رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

میں ان لوگوں کے لیے کیوں بددعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا کے اُوپر ایمان نہیں لائے تو مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور خدائے واحد کی پرستار ہوں گی۔

ایک لکھنے والے کے الفاظ میں:

یہ حضور ﷺ کی شان رحمت و رافت تھی۔ خلق خدا پر لامتناہی شفقت اور صبر و استقامت کی حیرت انگیز مثال تھی۔ مخلوق کے لیے بے پناہ تڑپ، پیغامِ حق پر انتہائی یقین اور اس پیغام کو دنیا تک پہنچانے کا جو نادر نمونہ اس ارشاد میں ملتا ہے، سرگزشت عالم میں کوئی دوسری نظیر نظر نہیں آتی۔ عالم انسانیت کے دوسرے برگزیدہ وجود کے قدم ہائے مبارک شفقت علی الخلق کے اس بلند ترین مقام تک نہ پہنچ سکے۔ (ابوالکلام آزاد، رسول رحمت ﷺ، صفحہ ۱۵۲)

باغ سے نکل کر آپ ﷺ مکہ کی راہ لیتے ہیں اور اس مقام تک پہنچتے ہیں جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔ یہاں جبرئیل امین تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا جو آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے کہا، آپ ﷺ کی دعوت کا جو جواب دیا،

اے محمد ﷺ! اللہ نے آپ ﷺ کے پاس یہ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ جو چاہیں اسے حکم دیں۔

پہاڑوں کا فرشتہ سلام عرض کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے:

اے محمد ﷺ، آپ ﷺ کو پورا اختیار ہے۔ ارشاد ہو تو ان پہاڑوں کو اٹھا کر، جن میں

طائف محصور ہے‘ اس شہر کو پیس کر رکھ دوں۔

ذرا دیکھیے:

جس کے گھٹنے توڑے گئے‘ ٹخنے چور کیے گئے‘ اب اس کے قابو میں کیا نہیں ہے؟ اور جو اختیار دیا گیا‘ کیا وہ پھر چھینا گیا؟--- جسے پتھر کے ٹکڑوں سے پٹوایا گیا تھا اسی کو اختیار دیا گیا کہ وہ پہاڑوں سے اس کا جواب دے سکتا ہے اور بآسانی دے سکتا ہے--- اب دیکھو جسے جبال ملے‘ ملک الجبال ملا‘ وہ اپنی قوت سے کیا کام لیتا ہے۔ جنھوں نے اس کو ہلکا کیا تھا‘ کیا ان پر ان کی زندگی کو وہ بھاری کرے گا۔ چاہتا تو یہ کر سکتا تھا اور اس کو حق تھا کہ جنھوں نے اس پر پتھراؤ کیا تھا ان کو سنگسار کر دے۔ (گیلانی‘ **النبی الخاتم** ﷺ، صفحہ ۶۵۔۶۷)

لیکن وہی تاریخ جس نے قومِ نوح کے طوفان‘ قومِ عاد کی آندھی‘ قومِ ثمود کی چنگھاڑ اور کڑک‘ قومِ لوط کی پتھروں کی بارش اور موسٰیؑ کے دریا کے واقعات کو ریکارڈ کیا ہے‘ اسی تاریخ نے محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب بھی محفوظ رکھا ہے۔ پہاڑوں کے فرشتہ سے فرمایا جا رہا ہے:

میں مایوس نہیں ہوں کہ ان کی پشتوں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ بنائیں۔

کتنی خوب صورت و دل ربا ہے طائف کی یہ پوری متحرک تصویر۔ اس پر دل کیوں نہ آئے۔ محبت کا کیسا اُبلتا ہوا چشمہ ہے۔ کیسی فراوانی ہے رحمت کی۔ کتنی شفقت ہے اپنے رب کے بندوں پر۔ اُمید کی کتنی محفوظ چٹان ہے جس پر دعوت کی کشتی لنگرانداز ہے۔

اپنوں سے تو سب ہی محبت کرتے ہیں‘ دشمنوں سے کتنے محبت کرتے ہیں؟ اچھی بات کا تو سب ہی اچھا جواب دیتے ہیں‘ کتنے ہیں جو گالیوں اور پتھروں کا جواب دعاؤں سے دیتے ہیں؟ جذبہ انتقام نہیں‘ نفرت نہیں‘ غیظ و غضب نہیں‘ غصہ نہیں‘ گالیاں نہیں‘ اپنے اوپر زعم اور غرہ نہیں‘

طاقت کا غلط استعمال نہیں، بلکہ دل سوزی ہے، ہمدردی ہے، شفقت ہے، رحمت ہے، زندگی کا پیغام ہے۔ طاقت کا اگر کہیں استعمال ہے تو کم سے کم ہے، بقدرِ ضرورت ہے، صرف اس لیے ہے کہ اب طاقت کے استعمال کے بغیر فتنہ کا استیصال ممکن نہیں، نہ کہ اس لیے کہ فتنہ اور پھیل جائے۔ سب سے بڑھ کر فکر اگر کسی بات کی ہے، سوز و تڑپ اگر کسی چیز کے لیے ہے، تو صرف اس لیے ہے کہ دل مسخر ہوں، اپنے رب کے آگے جھک جائیں، ایسے لوگ پیدا ہوں کہ جو دعوتِ حق پر لبیک کہیں اور ساتھ آ جائیں، آج نہ ہوں تو کل ہوں۔

یہ تصویر مجھے بار بار یاد آتی ہے۔ کش مکش اور مخالفت میں، بحث اور جدل میں، ہنگاموں اور لڑائیوں میں ہم اکثر اس تصویر کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں۔ ہم یہ فراموش کر دیتے ہیں کہ ہماری لڑائی مرض سے ہے، مریض سے نہیں۔ ہمیں نفرت، برائی اور بدی سے ہے، برے انسان سے نہیں۔ برے انسان کو اسی وقت کاٹ کر پھینکا جاتا ہے جب شفا کی اُمید ختم ہو چکی ہو۔

اس تصویر کو دیکھیے اور خود کو دیکھیے۔ کیا آپ کے اندر اتنی محبت، نرمی، شفقت، دل سوزی، حوصلہ، صبر اور قوت ہے کہ آپ گالیاں اور پتھر کھائیں اور ان کا جواب دعاؤں سے دیں؟ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے جائیں اور آپ پھول برسائیں؟ آپ کو ٹھکرایا جائے اور آپ امیدیں باندھے رکھیں؟ آپ کو کاٹا جائے اور آپ جڑیں؟ آپ پر ظلم کیا جائے اور آپ معاف کر دیں؟ آپ کو محروم رکھا جائے اور آپ دیتے رہیں؟

یہ ضرور ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دینا کوئی آسان کام نہیں، لیکن اللہ کی طرف بلانے کے لیے، عمل صالح کے لیے، اور اسلام پر جم جانے کے لیے اسی کی ضرورت ہے۔ یہ قیمتی دولت اسی کو ملتی ہے جو بڑا قسمت والا ہو۔ قسمت والا وہ ہے جو صبر کی صفت سے مزین ہو۔ یہی ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَo

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ (حم السجدة ۴۱:۳۵-۴۱)

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا، اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلم ہوں۔

اور (اے نبی ﷺ) نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہتر ہے۔تم دیکھو گے تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔

سچی بات آپ سے کہہ دوں--- جب تک آپ کے اندر یہی عزم و حوصلہ نہ ہوگا، یہی محبت و شفقت نہ ہوگی، اس وقت تک آپ لوگوں کے دل جیتنے میں کامیاب نہ ہوں گے۔ داعی کسی کا ذاتی حریف اور دشمن نہیں ہوتا۔ وہ لڑتا ہے تو جذبہ خیر خواہی سے مجبور ہو کر لڑتا ہے، مارتا ہے تو اسی دلسوزی سے جس دلسوزی سے سرجن ایک گلے سڑے عضو کو کاٹ کر پھینکتا ہے۔

اس کی اُمیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل

اب میں اپنے البم کے تیسرے حصے سے تین تصاویر آپ کی نذر کرتا ہوں۔ ان تصویروں میں آپ کو نظر آئے گا کہ یہ سارا کارِ دعوت کس منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔

پانچویں تصویر

زندگی بشرط بندگی

مکہ سے مدینہ کی طرف چلیے تو راہ میں ایک چھوٹا سا قصبہ آتا ہے۔ اس کا نام بدر ہے۔ جہاں راستہ ساحل بحراحمر سے مڑ کر مدینہ کا رخ کرتا ہے۔ وہاں سے کچھ دُور، چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور بیچ میں ایک وادی اور ریگستانی میدان ہے۔ ہجرت کا دوسرا سال ہے اور اس میدان میں وہ معرکہ پیش آنے والا ہے جو انسانیت کے قافلہ کو موت کے راستہ سے ہٹا کر ایک دفعہ پھر زندگی کی شاہراہ پر گامزن کر دے گا۔ ایک طرف اس وقت کی جاہلیت کے مرکز، مکہ کے سارے بڑے بڑے سردار اور ان کی قوت موجود ہے، اور دوسری طرف وہ قوت موجود ہے جو بندگی رب لاشریک کی دعوت پر پندرہ سال میں جمع ہوئی ہے۔ اس میں وہ سرمایہ انسانی بھی موجود ہے جو مکہ سے چن چن کر جمع کیا گیا، اور وہ بھی جس نے مدینہ سے اس پکار پر لبیک کہا۔

باطل کو غالب کرنے کے لیے ایک ہزار کا لشکر ہے جس کے پاس گھوڑوں اور تلواروں کی کوئی کمی نہیں۔ حق کی حمایت کے لیے تین سو تیرہ کی جمعیت ہے جس کے پاس صرف دو گھوڑے ہیں اور تلواروں کی بھی قلت ہے۔

بدر کے اُونچے ٹیلے پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک سائبان سا بنا دیا ہے جس میں حضور ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ رات آئی تو حضور ﷺ کے جانباز ساتھی میٹھی نیند سو گئے کیونکہ اللہ نے ان پر یہ نیند طاری کر دی تھی تا کہ وہ خوف و ہراس سے نجات پائیں، اور ان پر امن کی کیفیت طاری ہو جائے لیکن حضور ﷺ کو نیند کہاں۔ آپ ﷺ اپنے اس رب اور مالک کے آگے کھڑے ہیں جس نے آپ ﷺ کو اپنے کارِ رسالت کے لیے اس دنیا میں بھیجا تھا۔ کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر مناجات کرتے ہیں، اور کبھی پیشانی خاک پر ٹیک دیتے ہیں۔

یہ عجیب منظر تھا۔ اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ حضور ﷺ پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے:
خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔
بے خودی اور محویت کے عالم میں چادر مبارک کندھے سے گر گر پڑتی تھی، اور آپ ﷺ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ لیکن سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے: ''خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو پوجا نہ جائے گا''۔ (شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، جلد اول، صفحہ ۳۲۱)

نیاز اور ناز کے یہ انداز تو ہیں ہی دل میں اُتر جانے والے، لیکن ان سے گزر کر نظر اس پر ڈالیے کہ رہتی دنیا تک اس اُمت کی زندگی کس شرط کے ساتھ مشروط کی جا رہی ہے، یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیری بندگی نہ کی جائے گی۔

گویا کہ آج ان کو زندگی مل گئی تو ان کا اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کا، ہر سانس انسانوں کو تیری بندگی کی طرف لانے کے لیے وقف ہوگا۔ اس دعا میں التجا اور طلب بھی ہے، اظہار مدعا بھی ہے، ایک عہد و پیمان بھی ہے، اظہار مقصد بھی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ اُمت نہ ہوگی تو حکومتیں نہ ہوں گی، تمدن کی کارفرمائیاں نہ ہوں گی، کارخانے اور فیکٹریاں نہ ہوں گی، سائنس اور ٹیکنالوجی نہ ہوگی، دولت اور پیداوار نہ ہوگی۔ نہیں، یہ سب چیزیں ہوں گی، لیکن ان کا رشتہ رب کائنات کی بندگی سے کٹ جائے گا، گویا کہ ان کی روح نکل جائے گی۔ پھر یہ سب مظاہر تمدن اور یہ ساری انسانی ترقیاں انسانیت کو زندگی کی طرف نہیں بلکہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گی۔ بدر میں فتح ہوئی گویا اس عہد و پیمان پر دستخط ہو گئے، معاہدہ پکا ہو گیا۔

تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔(الانفال ۸:۴۲)

آج اس تصویر کو دیکھ کر آپ کو اپنے سے ایک ہی سوال کرنا چاہیے۔ کیا ہم اس راہ پر گامزن ہیں جس پر چل کر ہم بھی اس نیاز اور ناز سے اپنے رب سے سوال کر سکیں۔ زندگی اور کامیابی کا؟ اور حیات و کامرانی کی بشارت کے مستحق ٹھیریں؟ خلافت ارضی کا وعدہ، غلبہ دین کا وعدہ، خوف سے نجات اور امن کا وعدہ، اس ایمان اور عملِ صالح سے مسلح جماعت کے لیے ہے جس کی کیفیت یہ ہو کہ--- يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (النور:۵۵) صرف میری بندگی کرتے ہیں اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کرتے۔

چھٹی تصویر

نشانِ منزل

اب دوسری تصویر دیکھیے:

کارِ دعوت کا ابتدائی دور ہے۔ اب تک گنتی کے چند نفوس نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر

اتباع و اطاعت اور جہاد و جاں نثاری کا عہد کیا ہے۔ جنھوں نے عہد کیا ہے ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ کسی کو گرم ریت پر لٹا کر اُوپر پتھر رکھ دیا جاتا ہے، کسی کو رسیوں اور زنجیروں سے باندھ کر گلیوں میں گھسیٹا جاتا ہے، کسی کو دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔

انھی میں سے ایک حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کو اس وقت تک انگاروں پر لٹائے رکھا کہ پیٹھ کی چربی نے پگھل پگھل کر انگاروں کو بجھا دیا۔

یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ تصویر اب ان کے الفاظ میں دیکھیے:

اللہ کے رسول ﷺ خانہ کعبہ کے سایہ میں دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے سر کے نیچے تھی۔ میں نے آپ ﷺ سے اپنی حالت اور مصائب کا گلہ کیا اور عرض کیا:

آپ ﷺ ہمارے لیے نصرت طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ﷺ ہمارے لیے دُعا نہیں کریں گے؟

میری یہ بات سن کر آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے، آپ ﷺ کا چہرہ تمتما اُٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

تم سے پہلے جو لوگ تھے اور جن کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا، وہ اس طرح کے تھے کہ ان کو پکڑا جاتا تھا، ان کے لیے ایک گڑھا کھودا جاتا تھا، اس میں ان کو زندہ ڈال دیا جاتا تھا، آرا لایا جاتا تھا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت ہڈیوں پر سے نوچ لیا جاتا تھا، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔

خدا کی قسم، اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ ایک آدمی صنعا سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا، اور اس اندیشہ کے علاوہ کہ کوئی بھیڑیا اس کے جانوروں کو نقصان نہ پہنچا دے، کسی

نقصان کا اندیشہ نہ ہوگا۔ مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۔ **(بخاری، مسلم)**

اس دنیا میں اپنی دعوت کی منزل سر کی آنکھوں سے دیکھیے۔ ایک، صرف خدائے واحد کی بندگی۔ اور دوسرے، اس کے نتیجے میں ایسا معاشرہ جہاں انسان کسی دوسرے انسان پر ظلم نہ کر سکے، طاقتور کمزور ہو جائے اگر وہ کسی کا حق مارے یا کسی پر ظلم کرے، اور کمزور طاقتور ہو جائے اگر اس کا حق مارا جا رہا ہو، اور اس پر ظلم کیا جا رہا ہو، ایک بکری بھی کسی دُور افتادہ علاقہ میں بھوک سے مر جائے تو اس کے تصور سے حکمران لرزہ براندام ہو جائیں۔

سوچیے، کیا آپ کی دعوت اور پیغام ان منازل کی نشان دہی کر رہے ہیں، اس لیے کہ یہی سارے انبیاء کی دعوت اور مشن کا خلاصہ ہے۔ صرف اللہ کی بندگی کرو، ہر ایک نبی نے اپنی قوم سے یہی کہا اور سب رسولوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا:

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ **(الحدید۵۷:۲۵)**

اور جہاد کے ذریعے، سیاسی طاقت کے ذریعے قسط و عدل کے قیام کو ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کا کام قرار دیا گیا۔

اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ **(الحدید ۵۷:۲۵)**

ساتویں تصویر

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر

ہمارے اور آپ کے لیے اس کارِ دعوت کا اصل حاصل اس نظامِ عدل کے قیام سے ماورا ہے۔ لوگ اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی قبول کریں یا نہ کریں اور قسط اور انصاف پر مبنی معاشرہ وجود میں آئے یا نہ آئے، ہمارا یہ حاصل اور ہماری یہ منزل تو بالکل کھری ہے، اس کے ہاتھ سے جانے کا سوال ہی نہیں۔ یہی ہماری اصل کامیابی ہے۔ یہ منزل ہے جنت کا حصول اور نارِ جہنم سے نجات۔

یہ ضرور ہے کہ اس مقام کا پختہ وعدہ ان سے ہی کیا گیا ہے کہ جو انسانوں کو بندگیِ رب اور قسط کی طرف لانے کی جدوجہد میں اپنا سب کچھ لگا دیں، حتیٰ کہ اپنی جان کی بازی بھی لگا دیں۔ لیکن اصل منزل اور مقصود ہے یہی جنت۔

میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو، لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے، ان سب کے قصور میں ضرور معاف کر دوں گا اور انھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ (آل عمرٰن ۳:۱۹۵)

دیکھے بغیر اس جنت کا ایک حقیقت بن جانے کی --- اس کے عوض ساری زندگی کا سودا چکا دینے کی، اس کی طلب میں سب کچھ لٹا دینے کی، اس کی طرف لپک کر دوڑنے کی، یہیں اس کی خوشبو سونگھنے کی، اس کے میووں کی طرف ہاتھ بڑھانے کی، اتنی تصویریں میرے البم میں ہیں کہ ان کو اس وقت دکھانا ممکن نہیں۔ پھر کسی وقت میں آپ کو البم کے اسی حصہ کی سیر کراؤں گا۔

چند مناظر جلدی سے دیکھ لیجیے:

یہ انس رضی اللہ عنہ بن نضر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کر بھی جنت کی ایسی خوشبو اُحد کے پہاڑوں سے آئی کہ حوصلہ پست نہ ہوا اور زخموں سے چور جسم کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ عمیر رضی اللہ عنہ بن حمام ہیں۔ جنت کی طرف تیزی سے لپکنے کی دعوت سنی تو اتنا انتظار بھی گراں گزرا کہ ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ ختم ہوں۔ کھجوریں پھینک دیں اور جنت کی طرف لپک کر چلے گئے۔

یہ حرام رضی اللہ عنہ بن ملحان ہیں--- میدانِ جنگ میں دشمن نے پیچھے سے نیزہ مارا۔ تڑپ کر زمین پر گرے تو جان نکلنے سے پہلے چہرہ فرطِ مسرت سے تمتما رہا تھا اور کامیابی نگاہوں کے سامنے رقص کر رہی تھی۔ زبان پر یہ الفاظ تھے: فُزْتُ بِرَبِ الْکَعْبَہ (ربِ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا)۔

یہ ابوالدحداح رضی اللہ عنہ ہیں--- جنت کا باغ ان کے لیے اتنا یقینی، اتنا قریب اور اتنا بیش قیمت تھا کہ اپنے بہترین باغ کو ایک یتیم بچے کے حوالے کر کے اس باغ کا سودا کر لیا۔ اپنا باغ دے کر بھی دل خوشی سے سرشار تھا۔

محبت فاتحِ عالم

آٹھویں تصویر

رؤف ورحیم

ایک تصویر حضور ﷺ کی وہ تصویر ہے جو ''المصور'' نے ہم کو عطا کی ہے۔

(اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم دل ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان سے مشورہ کرو۔ (آل عمرٰن ۳:۱۵۹)

دیکھو! تمھارے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا کسی نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمھاری بھلائی کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے رؤف ورحیم ہے۔ (التوبة۹:۱۲۸)

دیکھیے! جماعت کو جوڑے رکھنے والی چیز صرف دعوت کی سچائی نہیں ہے، داعی کے قلب ومزاج اور برتاؤ کی نرمی بھی ہے۔ ہے تو یہ اللہ ہی کا عطیہ، لیکن یہ نہ ہوتا تو لوگ جمع نہ رہتے، بکھر جاتے۔

اس شفقت ورحمت کا تصور آپ کیا کر سکتے ہیں کہ جس کو عیاں کرنے اور ہماری نگاہوں کے سامنے لانے کے لیے رب ذُوالجلال والاکرام نے وہ دو لفظ استعمال کیے جو خود اس کی اپنی صفات کا بھی مظہر ہیں، یعنی رؤف اور رحیم۔ اسی لینت ورافت ورحمت کا نتیجہ تھا کہ وہ قوت جمع

ہوئی کہ جس نے ایک سو سال کی مدت میں اٹلانٹک کے ساحل سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے تک اور یورپ سے لے کر چین تک اسلام کی دعوت پہنچا دی' اسلام کو غالب کر دیا۔

نویں تصویر

خطا کار سے درگزر کرنے والا

دوسری تصویر بھی بڑی خوب صورت ہے:

حضور ﷺ فتحِ مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے' کیونکہ قریش صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کر کے اس معاہدہ کو توڑ چکے تھے۔ ادھر قریش اس شش و پنج میں تھے کہ حضور ﷺ اب بھی اس معاہدہ پر قائم ہیں یا نہیں۔ یہ بہترین موقع تھا کہ خاموشی سے مکہ کو اس رب کے لیے مسخر کر لیا جائے جس کا گھر وہاں تھا' بغیر اس کے کہ کشت و خون ہو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی ساری تیاریاں خاموشی سے اور مخفی ہو رہی تھیں۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی تھے۔ انھوں نے سوچا کہ مکہ کے سارے ہی لوگوں کے بااثر رشتہ دار مدینہ میں ہیں جو ان کو بچا لیں گے۔ میں بے اثر آدمی ہوں' بہتر ہے کہ ان کو اطلاع کر دوں تاکہ وہ اپنی جان بچا لیں۔ حضور ﷺ کی کامیابی تو یقینی ہے' اس اطلاع سے کیا نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ انھوں نے ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کر دیا۔

ایک طرف تو ان کی آنکھ اس منظر کا احاطہ نہ کر سکتی تھی جب رؤف و رحیم اور رحمت للعالمین سارے مکہ والوں کے لیے عام معافی کا اعلان کرنے والے تھے: **لا تثریب علیکم الیوم،** آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں۔ دوسری طرف انھوں نے یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ان کے خط کی خبر دے سکتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ کو وحی کے ذریعے اطلاع مل گئی تو آپ ﷺ نے فوراً قاصد

دوڑادیے۔ عورت پکڑی گئی اور خط نکل آیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا معاملہ دربارِ نبوی ﷺ میں پیش ہوا۔ انھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔ گفتگو شروع ہوئی کہ کیا سزا دی جائے۔ کسی بھی قانون کے تحت یہ غداری کا جرم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز کیا کہ گردن زدنی ہیں۔ لیکن وہ شخصیت تو رؤف و رحیم تھی جس کو فیصلہ کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ کا اتنا سنگین جرم معاف کردیا۔

یہ تصویریں بتاتی ہیں کہ جماعتوں کا شیرازہ داروگیر اور سختی و شدت سے نہیں بندھتا، نہ اس سے مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ سختی بعض دفعہ انتشار سے بچانے کے لیے، فتنہ کے استیصال کے لیے، اصلاح کے لیے، خرابی سے بچانے کے لیے، رخنے بند کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ لیکن جماعتوں کو کوئی چیز اگر ناقابل تسخیر قوت بناتی ہے تو وہ عفو و درگزر اور رحمت و محبت کی پالیسی ہے، کہ محبت ہی فاتح عالم ہے۔

اب اس تصویر کو سامنے رکھ کر آپ اپنا ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ دیکھیں، اپنے لیڈروں کا برتاؤ دیکھیں، اور جائزہ لیں کہ آپ اس اسوہ سے کتنا قریب ہیں اور کتنا دُور ہیں؟

عفو و درگزر اور شفقت و رحمت کی تصویریں میرے پاس بے شمار ہیں اور یہ سب میں آپ کو اس تھوڑے وقت میں نہیں دکھا سکتا۔ لیکن دو تصویریں اور دیکھ لیجیے کہ یہ تعلیم و تربیت اور احکام کے نفاذ میں شفقت اور نرمی کو اجاگر کرتی ہیں۔

دسویں تصویر

شفیق معلم

حضور ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک اعرابی آیا۔ سنگریزوں کا فرش تھا، اس نے کھڑے ہو کر پیشاب شروع کردیا۔ مسجد میں

پیشاب! لوگ دوڑے کہ اس کو روکیں، شاید مار بھی دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا،

اس کو چھوڑ دو۔

گویا کہ وہ اب اپنی حاجت تو پوری کر لے۔

جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر بہت شفقت سے سمجھایا کہ مسجد ایک مقدس جگہ ہے، یہاں پیشاب کرنا منع ہے۔ یہ اللہ کی یاد، نماز اور قرآن پڑھنے کی جگہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کہا،

اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال کر پاک اور صاف کر دو۔ تم کو نرمی کرنے والا بنایا گیا ہے نہ کہ سختی اور تنگی کرنے والا۔

ایک شخص پانی کا ایک ڈول لایا اور گندگی کو دھو کر صاف کر دیا گیا۔ **(بخاری و مسلم)**

ہمارے چاروں طرف جب لوگ غلطیاں کرتے ہیں، تو کیا ہم اصلاح و تعلیم کا کام کرتے ہوئے اس صبر و تحمل اور شفقت و رحمت کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں؟ سختی اور تنگی کی تصویر ہوتے ہیں، یا نرمی اور وسعت کی؟

گیارہویں تصویر

کہاں دل نواز تجھ سا، کہاں چارہ ساز تجھ سا

ایک دفعہ ایک صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تباہ ہو گیا۔

ارشاد ہوا، کیوں؟

بولے، میں نے رمضان میں بیوی سے ہم بستری کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ایک غلام آزاد کر دو۔

بولے، غریب ہوں، غلام کہاں سے لاؤں؟

ارشاد ہوا، دو مہینے کے روزے رکھو۔

بولے، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

فرمایا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

بولے، اتنا مقدور نہیں۔

اتفاق سے کہیں سے زنبیل بھر کر کھجوریں آ گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ غریبوں کو خیرات کر آؤ۔

عرض کی، اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو پیغمبر بنایا، سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں۔

آپ ﷺ بے ساختہ ہنس پڑے، اور فرمایا، اچھا تم خود ہی کھا لو۔

(بخاری، شبلی نعمانی و سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، جلد دوم، صفحہ ۲۱۶)

لائف اسٹائل

اب میں اپنے البم کا ایک اور حصہ کھولتا ہوں اور آپ کو ایک ایسی تصویر دکھاتا ہوں جس میں آپ داعی کی زندگی کا وہ پہلو دیکھ سکیں گے جس کو آج کل ''لائف اسٹائل'' کہا جاتا ہے۔ آج کی صحبت میں بس یہ آخری تصویر ہے جو پیش خدمت ہے:

بارہویں تصویر

میرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے

اس تصویر کو کھینچنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔

فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل پر تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہوا تو نظر آیا کہ گھر میں ساز وسامان کی کیا کیفیت ہے۔

جسم مبارک پر صرف ایک تہبند ہے۔ ایک کھری چارپائی ہے۔ سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے، جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی ہے۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے، کچھ مشکیزے کی کھالیں سر کے پاس کھونٹی پر لٹک رہی ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

آنحضرت ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔

عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! میں کیوں نہ روؤں' چارپائی کے بان سے جسم اقدس پر بدھیاں پڑ گئی ہیں' یہ آپ ﷺ کے اسباب کی کوٹھڑی ہے' اس میں جو سامان ہے وہ نظر آ رہا ہے' قیصر وکسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ ﷺ کے سامانِ خانہ کی یہ کیفیت ہو۔

ارشاد ہوا:

''اے ابن خطاب!---تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ یہ دنیا لیں اور ہم آخرت''۔(شبلی نعمانی و سلیمان ندوی' سیرۃ النبی ﷺ' جلد دوم' صفحہ ۳۰۷)

جس کو دُنیا کا سب کچھ مل سکتا تھا' اس نے کچھ نہ لیا۔ جس کے پاس سب کچھ آیا' اس نے سب دے دیا۔ جو قیصر وکسریٰ کی طرح عیش و آرام سے زندگی کے شب و روز آراستہ کر سکتا تھا' اس نے فقیری سے زندگی سجالی تھی۔

روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خود اچھا کھایا بھی ہے' اچھا پہنا بھی ہے۔ دست کا بھنا ہوا گوشت مرغوب تھا' جب ملتا تو آپ ﷺ شوق سے کھاتے۔ خوشبو کا استعمال کثرت سے فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے(ابو داؤد)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بازار سے شامی جبہ خریدا' گھر آ کر دیکھا تو اس میں سرخ دھاریاں تھیں' جا کر واپس کر آئے۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ انھوں نے حضور ﷺ کا جبہ منگوا کر لوگوں کو دکھایا جس کی جیبوں اور آستینوں اور دامن پر دیبا کی پٹی تھی (ابـــو داؤد)۔ بات یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ کے ہر پیرو کے لیے اسی طرح زندگی بسر کرنا فرض اور لازمی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو زینت اللہ نے

اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے اس کو اللہ کے رسول ﷺ کیسے حرام کر سکتے تھے۔

اس تصویر کا اصل رنگ یہ ہے کہ راہِ حق پر چلنے کا فیصلہ' آخرت کو اختیار کر لینے کا فیصلہ ہے۔ اس کے بعد کم سے کم وہ افراد جو ساری دنیا کو اللہ کی بندگی کے دائرہ میں لانے کا انقلابی مقصد لے کر کھڑے ہوتے ہیں' ان کے دل کو اور زندگی کو دنیا بنانے کی ایسی فکر سے بالکل خالی ہونا چاہیے جس کی قیمت آخرت کا نقصان ہو' یعنی اس زندگی میں آخرت کے لیے جدوجہد کا نقصان۔ جس قسم کی فکروں سے اہل دنیا کے دل آباد ہوتے ہیں' ان سے ان کے دل خالی ہونا چاہییں۔

اسی لیے تاکید کی گئی ہے کہ دیکھو' تمھاری نگاہ بھٹکنے نہ پائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بھٹک کر ان لوگوں کے لائف اسٹائل پر جم جائے جن کی ساری خوش حالی اس دنیا تک محدود ہے۔ ان کے عالیشان گھر ہیں جو سنگ مرمر سے مزین ہیں' خوش نما باغات ہیں' ان کے گھروں میں بیش قیمت قالین ہیں' صوفے ہیں' فرنیچر ہے' ان کے پاس ایئرکنڈیشنر ہیں' ان کے بینک بیلنس بھی اُونچے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز تمھارے لیے حرام نہیں' لیکن ان میں سے کوئی چیز تمھارا مقصود نہیں' تمھاری منزل نہیں۔ اگر ان میں سے کسی چیز کی قیمت دعوتِ حق کے کام کا نقصان' راہِ حق کا ضیاع ہو' تو پھر یہ جائز نہیں ہے' اس سے صرفِ نظر ہی بہتر ہے۔

اور نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو' دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے ان کو آزمایش میں ڈالنے کے لیے دی ہے۔ ہاں تیرے رب کا دیا ہوا رزق بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۳۱)

دل میں سجائیں، رنگ میں رنگ جائیں

یہ میرے البم کے پانچ مختلف حصوں کی بارہ تصویریں ہیں جو میں نے آپ کو دکھائی ہیں۔ یہ تصویریں آپ کے سامنے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ان کو بڑے چاؤ سے اپنے دل کے فریم میں سجالیں، بڑی احتیاط سے انھیں محفوظ کرلیں، آپ کے کان، آپ کی آنکھیں، آپ کے دل ان تصویروں پر ہمیشہ مرکوز رہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر آپ اپنی زندگی پر نظر ڈالیں، اپنی روش اور اقدار کو دیکھیں، اپنے کردار، اخلاق اور اعمال کا جائزہ لیں۔ اس لیے فرمایا گیا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ سارا حسن و جمال اس زندگی میں سمٹ کر آ گیا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی تھی جس کو حسن کی تلاش ہو وہ عشق و محبت اور طلب کے کشکول لے کر اس زندگی کے پیچھے چل پڑے۔

یہ حسن و جمال کا بیان اس لیے نہیں کہ صرف سنا جائے، پڑھا جائے، لکھا جائے، اس پر ہم عش عش کریں، جذبات میں تموج اور آنکھوں میں نمی آ جائے، لیکن ہمارے عمل پر اس کا کوئی اثر محسوس نہ ہو۔ بلکہ اس لیے ہے کہ ہم اس کو اپنے اندر جذب کریں، خود کو اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش میں لگ جائیں۔ اس کے رنگ میں رنگ جائیں۔ وہی مقاصد ہماری زندگی کے مقاصد ہوں، وہی طرز اور روش اور وہی ادائیں ہماری ہوں جو اس اسوۂ کے ہر پہلو سے جھلکتی ہیں۔

اب آپ پوچھ سکتے ہیں کہ وہ راستہ اور طریقہ کیا ہے جس سے ہمارے اندر اتنا شوقِ طلب اور عزم، اتنی آرزو اور حوصلہ، اتنی ہمت اور استعداد پیدا ہو کہ ہم اس عالیشان اسوہ کی پیروی

کر سکیں۔ ہماری زندگی میں بھی اس کا حسن و جمال کسی نہ کسی درجہ میں جھلکنے لگے۔

آپ کے اس سوال کا جواب اس آیت قرآنی کے اگلے حصہ میں موجود ہے۔ جس کا پہلا حصہ اس اسوہ کی نشان دہی کرتا ہے۔ آپ آیت کو پورا پڑھیں تو وہ طریقہ واضح ہو جاتا ہے جس سے آپ وہ زادِراہ حاصل کریں کہ جس سے آپ یہ سفر طے کر سکیں۔

فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے، ہر اس شخص کے لیے، جو اللہ اور یومِ آخرت کا امیدوار ہو، اور جو کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

اللہ اور یومِ آخرت کی امیدواری اور کثرت سے اللہ کا ذکر، یہ دو چیزیں اگر آپ میں ہوں تو آپ کا راستہ آسان ہے۔

یہاں اللہ اور یومِ آخر پر ایمان لانے کا ذکر نہیں بلکہ ''یــرجــوا'' کا لفظ ہے۔ گویا کہ ضرورت قول وقرار والے ایمان کی نہیں، ضرورت اس ایمان کی ہے جو زندگی کی ساری اُمیدیں، ساری تمنائیں اور آرزوئیں، سارے مقاصد اور توقعات، ساری تگ ودو اللہ اور یومِ آخرت پر مرکوز کر دے۔

آپ بیان سیرت کو جتنا بھی سنیں اور جتنا بھی پڑھیں، ساری امیدیں دنیا سے کاٹ کر اللہ اور یومِ آخرت سے جوڑے بغیر، اور کثرت سے اللہ کی یاد کے بغیر، آپ کو جس ہمت اور عزم اور جس جذبہ اور روح کی ضرورت ہے اس کا پیدا ہونا مشکل ہے۔

اللہ کے ذکر کے معنی بہت وسیع ہیں۔ اُس کی تصدیق، اُس کی تسبیح، اُس کی حمد، اُس کی تکبیر، اُس کا شکر، اُس کی وحدانیت کا اقرار و اعلان، اُس کے آگے کھڑا ہونا، اُس کی راہ میں مال خرچ کرنا، اُس کی خاطر بھوکا پیاسا رہنا، اُس کے گھر کے گرد چکر لگانا، یہ سب اللہ کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس ذکر الٰہی کے ایک بہت اہم معنی یہ بھی ہیں کہ آپ انسانوں کو اللہ کی بندگی کی طرف بلائیں، اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، اس کے دین کا چرچا کریں، اس کی خاطر تگ ودو اور قربانیاں دیں۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کو فرعون کے دربار میں بھیجا گیا' اور اُن پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ اس جابر و قاہر بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر اس کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیں' اور اللہ کے بندوں کو اس کی غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش کریں۔ اس وقت انھوں نے اپنی کم مائیگی' اپنے سروسامان کی کمی' اپنی زبان کی لکنت' اور کمزوری کا اظہار کیا' اور کہا کہ آپ میرا سینہ کھول دیں' میرا کام میرے لیے آسان کر دیں' میری زبان کی گرہ کھول دیں تا کہ لوگ میری زبان کو سمجھیں اور پھر عرض کیا کہ:

تا کہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں' تا کہ ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ وہ کسی گوشے میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے نہیں جا رہے تھے بلکہ ایک جابر بادشاہ کے دربار میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے جا رہے تھے اور اس کام کے لیے ہی انھوں نے تسبیح اور ذکر کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب کیا تو فرمایا:

دیکھو' کہیں ایسا نہ ہو کہ میری یاد میں کوتاہی کر جاؤ۔

یہاں بھی ذکر کا لفظ ہے جو صاف صاف دعوت الی اللہ کے معانی میں استعمال ہو رہا ہے۔

ایک اور مقام پر غور کیجیے' یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ذکر کے ساتھ اپنی بہترین بشارت کو مربوط کیا ہے اور فرمایا ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ

تم مجھے یاد کرو تو میں تمھیں یاد کروں گا۔

یہ آیت بڑی خوب صورتی سے قرآن میں دو حصوں کے درمیان لا کر جڑ دی گئی ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جہاں قبلہ بدلنے کا حکم ہے۔ یہ اس بات کی علامت تھا کہ اب دنیا کے اندر ایک نئی اُمت مسلمہ وجود میں آ رہی ہے جو اللہ کی دعوت کی علَم بردار ہوگی۔ پھر فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کو ہم نے اس لیے بھیجا ہے کہ وہ کتاب کی تلاوت کریں' لوگوں کا تزکیہ کریں اور انھیں حکمت کی

تعلیم دیں۔ اس کے بعد دوسرا حصہ ہے۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ **اسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوة**، صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ پھر اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ کہنے اور سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ ہم تم کو خوف سے، بھوک سے، کھیتی باڑی کے نقصان سے، اور جان کے نقصان سے، ہر چیز سے آزمائیں گے۔

ان دونوں حصوں کے درمیان لا کر اس آیت کو جڑ دیا گیا ہے کہ ''تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور شکر کرو، ناشکری نہ کرنا' اس لیے کہ میں نے تم پر ہدایت کا دروازہ کھولا ہے، اس راستہ پر چلنے کی توفیق دی ہے، اس دروازہ میں داخل ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ یہ میرا احسان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کو بھول جاؤ اور ناشکری کرنے لگو۔ اور مجھے یاد کرو، ایسی یاد، جس کی راہ میں آزمایشیں آئیں گی اور صبر کی ضرورت ہوگی۔

ایک پہلو سے اور غور کریں۔ غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو اقراء کا پیغام لے کر آئی۔ دوسری وحی اُتری تو قم فانذر (کھڑے ہو جاؤ اور متنبہ کرو) کا حکم لے کر آئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی وحی نماز کے بارے میں آتی، روزے کے بارے میں آتی، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں آتی، اسلام کے دوسرے احکام آتے، پہلا حکم یہ آیا کہ پڑھو کہ تم اللہ کے پیغام سے واقف ہو اور دوسرا حکم یہ آیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاؤ اور ان کو خبردار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت کا فریضہ ایسا ہے جس سے کسی صورت میں مفر نہیں ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ آپ کے اسوہ میں جو سب سے غالب چیز ہے وہ یہی ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اپنی قوم کو خبردار کرنا اور اللہ کی طرف بلانا شروع کر دیا، اور اللہ کی کبریائی قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔

اسوۂ حسنہ کی یہ تصویریں آپ کو پکارتی ہیں اور دعوت دیتی ہیں کہ آپ کے گرد و پیش، آپ کے شہر میں، آپ کے محلّہ میں، آپ کے کالج میں، اسکول میں، یونی ورسٹی میں، آپ کے دفتر میں، کارخانے میں، آپ کے گھر اور خاندان میں، جس تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچا ہے، آپ اس

کے لیے ذمہ دار ہیں کہ اس کو پہنچائیں۔ ان میں سے ہر شخص قیامت کے دن آپ کا گریبان پکڑ کر آپ کے خلاف دعویٰ دائر کرسکتا ہے' اور کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ہے جو اللہ کے پیغام کو جانتا تھا' اس کو پھیلانے اور غالب کرنے کا مدعی بھی تھا' اس کے اُوپر حق واضح تھا' لیکن اس نے اس حق کو ہم تک نہیں پہنچایا۔

دعوت الی اللہ کی ذمہ داری اور جواب دہی کا یہ شدید احساس اپنے اندر پیدا کیجیے' شب و روز اسی مقصد اور دُھن میں لگے رہیے' دل سوزی اور محبت کے ساتھ کام کیجیے' اپنے رب سے محبت کیجیے' اس کے رسول ﷺ سے محبت کیجیے' اس کی راہ میں ساتھ چلنے والوں سے محبت کیجیے' اپنے رب کی ہر مخلوق سے محبت کیجیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جو دعوت لے کر آپ کھڑے ہوئے ہیں وہ ملک کے گوشہ گوشہ میں نہ پھیل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب ﷺ کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❖❖❖